Pakistan Islamicus
(An International Journal of Islamic and Social Sciences)
Bi-Annual
Trilingual: Urdu, Arabic, and English
pISSN: 2789-9365 eISSN: 2790-4911
https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Published by:
Muslim Intellectuals Research Center
Multan-Pakistan
website: www.mircpk.net
Copyright Muslim Intellectuals Research Center
All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

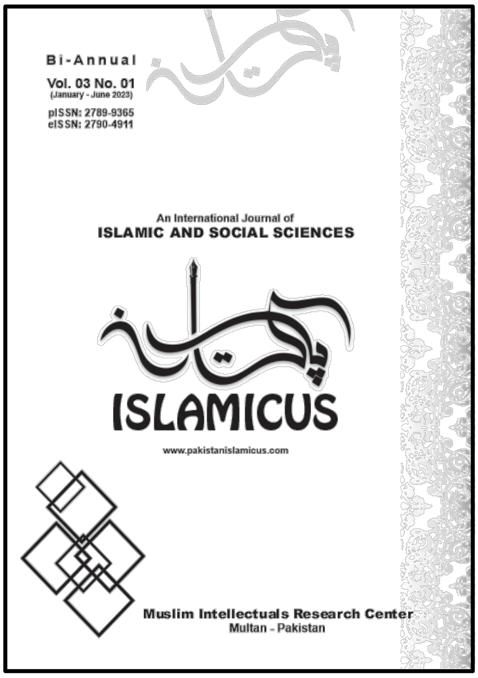

TOPIC

نظریہ خیر وشر: منتخب مذاہب کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE THEORY OF GOOD AND EVIL: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF SELECTED RELIGIONS

AUTHORS

Naheed Shah Naqvi
PhD Research Scholar,
Sindhi Department Sindh, University of Jamshoro, Hyderabad, Sindh, Pakistan.
Email: razishaikh@gmail.com

How to Cite

Naheed Shah Naqvi.

نظریہ خیر وشر: منتخب مذاہب کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE THEORY OF GOOD AND EVIL: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF SELECTED RELIGIONS

PAKISTAN ISLAMICUS
(An International Journal of Islamic & Social Sciences). 3(01),

Pages 17-38

Retrieved from

https://www.pakistanislamicus.com/index.php/home/article/view/161

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مذہبی و سماجی ہم آہنگی کے فروغ میں "مکالمے" کی ضرورت واہمیت

SIGNIFICANCE OF DIALOGUE FOR RELIGIOUS AND SOCIAL HARMONY IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS

Naheed Shah Naqvi
PhD Research Scholar,
Sindhi Department Sindh, University of Jamshoro, Hyderabad, Sindh, Pakistan.
Email: razishaikh@gmail.com

Abstract

In any religion or philosophy, good and evil keep central position. Human wants good and dislikes the evil by nature. In all religions of world everything which cause heart rending for human, it is evil and every work for world on which basis we get happiness, bliss and spiritual comfort that is "Good". Islam advocates the comforts, ease and peace for humanity as a whole rather than only individual. It has always kept wisdom dependent upon revelation because all the times wisdom may not access to the reality.Islam has not changed its viewpoint with passage of time like other religions and followers of Buddhism, Christianity, Hinduism and Zoroastrianism respectively. Islam is the complete religion; Allah almighty has taken the responsibility of its protection therefore, it has been neither changed, amended nor it will be. The Muslim always only follows obligations those Allah has ordered them to obey.

Keywords: Good & Evil, Revealed & Non-Revealed, Literature, Philosophy, Islam.

کسی مذہب یا فلسفے میں خیر و شر کا نظریہ ایک مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔انسان فطرتاً خیر کا طالب ہے اور شر سے گریزاں ہے۔ سقراط کی یہ تعلیم تھی کہ کوئی شخص بدی کو بدی جان کر اس کا مرتکب نہیں ہوتا۔ ہر قسم کی بدی کا مرتکب اس کو کسی نہ کسی طرح کی بھلائی ہی سمجھ کر کرتا ہے۔ بدی کو بھلائی سمجھنا دراصل ہر قسم کی غلط کاری کی بنیاد ہے اور بدی کا ارتکاب صحیح حل کے نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر قسم کی بداخلاقی درحقیقت جہالت کا نتیجہ ہے۔ نیکی علم سے اور بدی جہل سے سرزد ہوتی ہے۔

اسی طرح لذت اور تسکین کی خواہش بھی فطری ہے۔ ایک ولی بھی آرزو کی تسکین چاہتا ہے اور ایک چور بھی۔ انسانوں میں فرق صرف اس سے پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس چیز سے لذت حاصل کرتے ہیں عادل کو عدل میں اور رحیم کو رحم میں مزا آتا ہے۔ عالم علم سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ظالم ظلم سے، چنگیز خان کے سوانح حیات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے فوجی سرداروں اور درباریوں سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ انسان کو سب نغموں سے زیادہ لذت کس موقع پر اور کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ اپنے اپنے مزاج کے موافق مختلف سرداروں نے اس کا مختلف جواب دیا۔ کسی نے حصول عزت کا ذکر کیا، کسی نے نقشہ فتوحات کا اور کسی نے جسمانی لذتوں کا نقشہ کھینچا۔ سب کے جوابات سن کر چنگیز کان نے کہا کہ تم لوگوں نے

جتنی لذتیں بیان کی ہیں، وہ سب ادنی درجے کی ہیں اور کسی میں انبساط کی وہ شدت نہیں جو اس موقع پر پیدا ہوتی ہے کہ دشمن کا کٹا ہوا سر تمہارے قدموں کے سامنے پڑا ہو اور اس کے بیوی بچوں کی آہ و زاری اور نالہ و فغاں، جو سب سے زیادہ دلکش سنائی دے رہی ہو۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کا لذت والم اور خیر وشر کا معیار کس قدر مختلف ہوتا ہے۔ کسی مذہب کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی تعلیم میں خیر وشر کا کیا مفہوم ہے۔ کسی فرد کا نظریہ حیات بھی حقیقت میں اس چیز کا نام ہے کہ وہ کس بات کو خیر اور کس کو شر سمجھتا ہے۔

اسلام کے نظریہ خیر وشر کی تمہید کے طور پر بڑے بڑے ادیان کے نظریات پر ایک تحقیقی نظر ڈالیں گے۔

ہندومت کا نظریہ خیر وشر:

تعارف: ہندومت آٹھویں صدی قبل المیلاد میں ہندو دھرم پر برہما کی طرف نسبت کرتے ہوئے برہمیت کے نام کا اطلاق کیا گیا سنسکرت زبان میں اس کا معنی "اللہ" ہے۔ ہندو دھرم کے لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اپنی ذات کے ساتھ موجود برہما وہ معبود ہے جسے انسانی حواس نہیں پا سکتے اور اس دین کے حامل لوگ اپنی طبیعتوں میں برہما کے عنصر سے ملتے ہیں اس لیے ان پر براہمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔[1]

ہندومت ہندوستان کے باشندوں کی اکثریت کا دین ہے۔ جو آبائی رسوم، عقائد اور رواجات کا مجموعہ ہے۔

بالتحدید یہ معلوم نہیں کہ یہ مذہب کب وجود میں آیا ایسے ہی کسی بانی کا بھی پتہ نہیں چلتا جس سے یہ منسوب ہو۔

ہندومت کا تعلق زندگی کے امور سے زیادہ ہے اور عقائد سے کم اور جہاں عبادات کا تعلق ہے تو وہ بھی محدود و حدود نہیں۔

ہندوؤں کے عقائد

ا۔ **قانون جزا:** ہندو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اچھے یا برے اعمال کا بدلہ ملنا ضروری ہے اور یہ بدلہ اسی زندگی میں ہوتا ہے اسی قانون کو جزا و سزا کا نام "کارما" رکھتے ہیں۔

۲۔ **تناسخ ارواح:** روحوں کا منتقل ہوتے رہنا۔ ہندوؤں نے دیکھا کہ بسا اوقات مذکورہ بدلہ نہیں ملتا چنانچہ بعض اوقات ظالم اپنے ظلم کا بدلہ پائے بغیر فوت ہو جاتا ہے اور نیکو کار اپنے احسان کا اجر پائے بغیر مر جاتا ہے۔ تو اس صورتحال نے انہیں تناسخ ارواح کا قائل کر دیا۔ تاکہ موجودہ زندگی میں جزا و سزا نہ ملنے کی صورت میں اسی زمین پر اسے اگلی زندگی مل جائے۔[2]

---

[1] عماد الحسن آزاد فاروقی. دنیا کے بڑے مذاہب. لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2013، ص 81۔
ʿ**Imād al-Ḥasan Āzād Fārūqī**, *Dunyā ke Baṛe Mazāhib* (Maktabah Jadīd Press, Lāhaur, 2013), p. 81.

[2] عماد الحسن آزاد فاروقی. دنیا کے بڑے مذاہب. لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2013، ص 85۔
ʿ**Imād al-Ḥasan Āzād Fārūqī**, *Dunyā ke Baṛe Mazāhib* (Maktabah Jadīd Press, Lāhaur, 2013), p. 85.

ہندوؤں کے نزدیک اس عمل کے نتیجہ کے طور پر جو اس نے اپنے دور میں آگے بھیجے ہوتے ہیں اگر یہ اعمال خیر ہوں تو یہ شخص بہترین صورت میں دوبارہ واپس آئے گا اور یہی اس کا بدلہ ہو گا کہ وہ پہلے سے بہتر صورت میں واپس آیا اور اگر اس سے اعمال شر سرزد ہوئے ہوں تو وہ دوبارہ کسی بدتر صورت میں آئے گا۔

۳۔ **خواہشات کی غلامی سے آزادی اور برہم سے اتحاد واتصال:** ہندو عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنم بار بار ہوتا رہتا ہے اور روحیں بدلتی رہتی ہیں حتیٰ کے خواہشات ومیلانات موقوف ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے جسم پر غلبہ پالیتا ہے۔ اور جب خواہشات وملانات ختم ہو جاتے ہیں تو خیر و شر کا فرق معدوم ہو جاتا ہے جب یہ صورت مکمل ہو جائے تو وہ بار بار کے موت سے نجات پاجاتا ہے اور برہم سے جاملتا ہے۔

قوانین منو

یہ قوانین تیسری صدی مسیح کے آخری دور اور دوسری صدی کے شروع میں شروع ہوئے۔ ان قوانین میں خیر وشر کے بارے میں رقم طراز ہے۔

"یقیناً جو آدمی اپنے نفس پر غالب آگیا تو وہ اپنے ان حواس پر غالب آگیا جو اسے شر کی طرف لے جاتے ہیں نفس تو برائے پر اکساتا ہیں ہے اور وہ کبھی سیر نہیں ہوتا بلکہ اپنے خواہش کو پالینے کے بعد اس کی حرص مزید بڑھ جاتی ہے، یقیناً جسے ہر چیز میسر آئی اور جو اپنے ہاتھ میں بھی موجود ہر چیز سے کنارہ کش ہو گیا تو یہ دوسرا اس پہلے سے بہتر ہے"۔ [3]

ہندوازم کا اسلام کے ساتھ تقابل کرنا ضروری ہے تاکہ ہندو مذہب کا بطلان اور اس کی تنگ دامنی اور اسلام کی حقانیت وصداقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

پیغمبر کا تصور

ہندو مذہب میں کسی نبی یا رسول کا کوئی وجود بلکہ تصور تک نہیں، وہ اپنی مقدس کتابوں کے مصنفین کو "رشی" کے نام سے جانتے اور یاد کرتے ہیں البتہ آریہ قوم سے تعلق رکھنے والے وحی، الہام اور ہدایت الٰہی کے قائل ہیں جبکہ اسلام ایسا دین ہے جس میں نبی اور رسول کا وجود اتنا ہی یقینی ہے جیسے رات کے بعد صبح کا آنا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔"[4]

"ہم نے ہر قوم میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔"

---

[3] یفتح المیم وضمم النون المختفۃ (ہندوؤں کے مذہبی قانون) ۔ دھرم شاستر کا مصنف ۔ لاہور: بیت العلوم پرانی انار کلی، ص85۔
Yafthaḥ al-Mīm wa Ḍumma al-Nūn al-Mukhannafa (Hindūʾo ke Mazhabī Qānūn) Dharm Shāstr kā Muṣannif, Bait al-ʿUlūm Purānī Anār Kalī Lāhaur, p. 85

[4] القرآن ۔ النحل:36۔
Sūrah al-Naḥl, āyah no. 36.

مساوات اور خاندانی تعارف

ہندو مذہب میں وید کے مطابق انسان چار ذاتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) برہمن (۲) کھشتری (۳) ویش (۴) شودر

جن میں برہمن سب سے زیادہ معزز ذات شمار ہوتی ہے۔ اور شودر کو سب سے زیادہ گھٹیا ذات سمجھا جاتا ہے گویا ہندو مذہب میں ذات پات کی تفریق ہی عزت اور ذلت کا معیار ہے جبکہ اسلام نے اپنے دامن عدل وانصاف میں مساوات کی چادر کو اتنا وسیع کیا کہ دنیا کے سارے انسان اس کے نیچے آگئے اور ان کے مابین فضیلت اور عزت وبزرگی کا معیار تقوی قرار پایا جس میں تقوی کی یہ صفت جتنی زیادہ پائی جائے گی وہ اتنا ہی مقرب بارگاہ خداوندی ہوگا، قرآن کریم میں اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

"اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ ؕ"[5]

''بیشک اللہ تعالیٰ کہ ہاں وہی عزت والا ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

رہا خاندانی اور قبائلی امتیاز، سو قرآن کریم نے اسے باہمی تعارف کا ذریعہ قرار دیا ہے نہ کہ عزت اور ذلت کا معیار چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

"وَ جَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ"[6]

''اور لوگوں کو ذات اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔''

عقیدہ توحید

ہندو مذہب میں تریمورتی کا عقیدہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہندو ''ذات خداوندی'' میں شرک کرتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش صفات خداندوی میں مشرک منہ بولتا ثبوت ہے جبکہ اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی شرک کو برداشت نہیں کرتا اور ساری انسانیت کو ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور تقاضائے صفات میں شرک کرنے سے روکتا ہے۔

حضرت عزیر یا عیسی علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینا اللہ تعالی کی ذات میں شرک ہے اسی طرح صابئین یعنی ستارہ پرستوں کا ستاروں کی پوجا کرنا اور بت پرستوں کا بتوں کی پوجا کرنا بھی ذات خداوندی میں شرک ہے جبکہ صفات میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی خالق، رازق، مالک، اور اولاد عطا کرنے والا سمجھا جائے، شرک کی یہ دونوں قسمین ناقابل معافی ہیں دلیل کے لئے ذیل کی آیت کا مطالعہ ضروری ہے۔

---

[5] القرآن .الحجرات:13۔ — **Sūrah al-Ḥujurāt**, āyah 13.

[6] القرآن .الحجرات:13۔ — **Sūrah al-Ḥujurāt**, āyah 13.

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ۔"[7]

"اللہ تعالیٰ اُسے معاف نہیں فرمائیگا جو اس سے کسی کو شریک کرے۔اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرمادے۔"

اس لئے شرک کی ان دونوں قسموں سے بچنا ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ صفات کے تقاضوں میں بھی شرک سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے چنانچہ اللہ کو معبود ماننے کے بعد تقاضا یہ بنتا ہے کہ عبادت بھی اس کی ہو، غیر کے در پر سر نہ جھکے، اسی طرح اللہ کو رازق ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ رزق کا سوال صرف اسی سے کیا جائے، اللہ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی سے ڈرا جائے وغیرہ۔

علم کی بنیاد

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پانچ حواس عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعے وہ محسوسات کو معلوم کرتا ہے اور غیر محسوسات کے لئے اللہ تعالیٰ نے دماغ کو پیدا فرمایا ہے، وہ پانچ حواس یہ ہیں۔

۱۔ قوت سامعہ: سننے کی طاقت

۲۔ قوت باصرہ: دیکھنے کی طاقت

۳۔ قوت شامہ: سونگھنے کی طاقت

۴۔ قوت ذائقہ: چکھنے کی طاقت

۵۔ قوت لامسہ: چھونے کی طاقت

اب کوئی آواز آ کے کان میں جائے تو اس کے حلال و حرام ہونے کا فیصلہ کرنے کے لیے وحی الٰہی کی ضرورت ہے قوت باصرہ استعمال کرتے ہوئے انسان حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر جسے چاہتا ہے دیکھتا ہے، وحی الٰہی نے فیصلہ کیا۔

"قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ۔"[8]

"آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں پست رکھیں" اسی طرح ہر حاسے کے لئے وحی الٰہی کی ضرورت

اور اہمیت ہے اور یہی اسلامی علوم کا نقطہ آغاز ہے۔"

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام میں راہ علم کو فوقیت حاصل ہے اور علم بھی وہ جس کی بنیاد انسانی سوچ پر نہیں بلکہ وحی الٰہی پر ہے جب کہ ہندومت راہ عمل کو فوقیت دے کر راہ علم کو مؤخر قرار دیتا ہے۔

---

[7] القرآن ،النساء:116۔ — **Sūrah al-Nisāʾ**, āyah 116.

[8] القرآن ،النور:30۔ — **Sūrah al-Nūr**, āyah 30.

عالمگیریت

ہندو مذہب ایک محدود دھرم ہے جو اپنے دامن میں صرف ان ہندوؤں کو جگہ دیتا ہے جو بائی برتھ یعنی پیدائشی ہندو ہوں، کسی اور مذہب یا قوم سے تعلق رکھنے والے کو تو یہ اپنے مذہب میں شامل ہونے ہی نہیں دیتے لیکن اگر کوئی اصرار کرکے ہندو مذہب قبول کرنا چاہے تو اسے پنچ گھٹیا ذات کے درجے میں رکھا جاتا ہے اور یہ چیز آج تک موجود ہے۔

اسکے برعکس اسلام ایک عالمگیر مذہب اور قرآن ایک عالمگیر قانونی کتاب ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔"[9]

''دونوں جہانوں کے لئے نصیحت ہے ''اور پیغمبر اسلام کے ذریعے یہ اعلان بھی کروایا گیا۔''

"یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔"[10]

''آپ فرمادیجئے کہ اے انسانوں میں تم سب لوگوں کیلئے اللہ کا رسول ہوں۔''

اس لئے دین اسلام قیامت تک ہر نسل، قوم، خطے، مملکت، رنگ، روپ، ہر زبان بولنے والے عرب و عجم کے لئے ایک عالمگیر مذہب کی صورت میں موجود رہے گا اور اسلام اپنے دامن رحمت میں ہر ایک کو پناہ دے کر دوسرے مسلمانوں کے برابر اس کے حقوق بھی تسلیم کرتا رہے گا۔ انشاءاللہ

نجات کے طریقے

ہندو مذہب میں نجات کے تین طریقے ہیں۔ (۱) علم (۲) عمل (۳) ریاضت

جبکہ اسلام میں نجات کے طریقے دو ہیں۔ (۱) ایمان (۲) عمل

ریاضت کوئی الگ شعبہ نہیں بلکہ عبادات کا ایک جزو ہے اور عبادات دو طرح کی ہیں۔ (۱) بدنی (۲) مالی اور ''دین'' ان دونوں کا مجموعہ ہے۔

تناسخ یا جہان نو

ہندو مذہب کے بنیادی عقائد میں تناسخ یا آواگون بھی شامل ہے، جس کے مطابق ہر انسان ایک مرتبہ مرنے کے بعد دوبارہ نئے وجود کے ساتھ جنم لیکر دنیا میں آتا ہے جبکہ اسلام کا تصور اس کے بالکل برعکس اور مبنی بر حقیقت ہے اور وہ یہ کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ آخرت میں ملے گا، نیک اعمال کا بدلہ جنت کی صورت میں اور برے اعمال کا جہنم کی صورت میں دیا جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاسکتا ہے۔

---

[9] القرآن۔ ص:87۔ — Sūrah Ṣād, āyah 87.

[10] القرآن۔ الاعراف:158۔ — Sūrah al-Aʿrāf, āyah 158.

بدھ مت

تعارف: بدھ مت ایک آدمی سے منسوب دین ہے جو اصلاً ہندو تھا اسے بدھ کا لقب دیا گیا۔ چھٹی صدو (ق۔م) میں اس کی پیدائش ہوئی اسے "سدھارتا" کا نام دیا گیا۔ اس کی پیدائش موجودہ نیپال میں ہوئی۔ سدھارتا نے 29 سال کی عمر میں معرفت کے حصول اور جہاں کے راز معلوم کرنے کے لیے رہبانیت کی زندگی شروع کر دی تو اس وقت سے اس کا نام "گوتم" یعنی راہب ودرویش پڑ گیا۔ تقریباً سات سال تک اس نے زہد و تنگ گزران زندگی گزاری اور آخر کار اسے نروان حاصل ہوا۔

مہاتمابدھ کے نظریات

اجمالی طور پر بدھ منوں کے نظریات ہندوؤں کے نظریات سے مختلف نہیں یہ بھی ہندوؤں کی طرح کارما اور تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔ بار بار کی پیدائش اور جزاوسزا سے نجات پانے کی خاطر خیر وشر سے بچنے اور خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ خیرات مانگنا بدھوؤں کی امتیازی علامت ہے۔ لیکن خود بدھ عقائد کا قائل نہیں اور نہ وہ فلسفی مذاہب کی بنیاد رکھتا ہے بلکہ زور دے کر کہتا ہے۔

"بسااوقات عقائد معرفت اور روشنی تک پہنچنے کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔"[11]

مہاتمابدھ سے اس کے مریدنے جب اس جہان کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ جہاں دائمی ہے تو اس نے کہا کہ کیا میں نے تجھے کہا تھا کہ میرے پاس آؤ نہیں میں نے یہ نہیں کہا تھا۔

اس نے مزید کہا کہ میرے پیروکار! جس طرح لوگ سوچتے ہیں اس طرح نہ سوچو بلکہ اس طرح سوچو:

"یہ درد ہے۔ یہ درد کی بنیاد ہے۔ یہ درد کو ختم کرتا ہے۔ اور یہ درد ختم کرنے کا طریقہ ہے۔"[12]

بدھ کہا کرتا تھا کہ انسان کی نجات یقیناً خود اسی پر موقوف ہے نہ کہ معبود پر۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ انسان ہی اپنے نفس کے انجام کو بنانے والا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"تم اپنے نفسوں کے لیے مستقل جزیرے اور رغبت و محبت کی غاریں بن جاؤ کسی خارجی پناہ گاہ کو تھامنے کی کوشش نہ کرو اور نہ اغیار کی حمایت وپناہ طلب کرو۔"[13]

---

[11] عبدالقادر شیبتہ الحمد ۔اقوام عالم کے ادیان ومذاہب ۔مترجم: ابوعبداللہ محمد شعیب. گوجرا: مسلم پبلی کیشنز، 2007، ص92۔
ʿ**Abd al-Qādir Shaybat al-Khamd**, *Aqwām-e-ʿĀlam ke Adyān wa Mazāhib*, trans. Abū ʿAbd Allāh Muḥammad Shuʿayb (Muslim Publishers, Gojrah, 2007), p. 92.

[12] عبدالقادر شیبتہ الحمد ۔اقوام عالم کے ادیان ومذاہب ۔مترجم: ابوعبداللہ محمد شعیب. گوجرا: مسلم پبلی کیشنز، 2007، ص97۔
ʿ**Abd al-Qādir Shaybat al-Khamd**, *Aqwām-e-ʿĀlam ke Adyān wa Mazāhib*, trans. Abū ʿAbd Allāh Muḥammad Shuʿayb (Muslim Publishers, Gojrah, 2007), p. 97.

[13] عبدالقادر شیبتہ الحمد ۔اقوام عالم کے ادیان ومذاہب ۔مترجم: ابوعبداللہ محمد شعیب. گوجرا: مسلم پبلی کیشنز، 2007، ص97۔
ʿ**Abd al-Qādir Shaybat al-Khamd**, *Aqwām-e-ʿĀlam ke Adyān wa Mazāhib*, trans. Abū ʿAbd Allāh Muḥammad Shuʿayb (Muslim Publishers, Gojrah, 2007), p. 97.

بدھ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد بدھ مت دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ایک قسم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس بات کا عقیدہ رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جہاں پیدا کیا اور پھر اس کی بقا کے اسباب پیدا فرمائے اور پھر انہی اسباب پر اکتفا کرتے ہوئے انسان کو اکیلا چھوڑ دیا۔

دوسری قسم کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں انسانی کمالات وخوبیاں کسی ایسے انسان پر ڈالتا ہے جو عبادت کے لئے الگ بیٹھتا ہوا اور حیوانی شہوات کو پورا کرنے سے دور رہتا ہے یہ چنا ہوا انسان لوگوں کے اعمال کے مطابق بعض لوگوں پر رضامندی اور بعض پر غیظ وغضب کے اظہار میں الٰہ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

گوتم بدھ کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔زندگی رنج والم سے پر ہے اور صرف موت ہی ہمیں اس بیت الحزن سے نجات دلوا سکتی ہے۔پھر وہ کہتا ہے کہ خالی موت سے بھی نجات نہ ہو سکے گی جب تک کہ تمام زندگی کی جڑ یعنی آرزو کا قلع قمع نہ کیا جائے۔

جب تک کسی قسم کی بھی آرزو باقی رہے گی وہ ضرور زندگی کی کسی شکل میں صورت پذیر ہو گی اور یہ صورت لازماً باعث آلام ہو گی۔زندگی کی کوئی چیز قابل اعتنا نہیں ہے۔

فنائے مطلق کے بغیر نجات محال ہے۔مہاتما بدھ کے ہاں زندگی ایسا گھاٹے کا سودا ہے کہ اس کو کسی شرط اور قیمت اور کسی اجر کے ساتھ قبول کرنا جہل ہے۔

باالفاظ دیگر زندگی اپنے تمام مظاہر میں شر ہی شر ہے۔اگر شر سے نجات حاصل کرنا مقصد حیات ہے تو ہر قسم کی زندگی سے منہ پھیر لینا ہی صحیح ہے۔

بدھ مت کے پیروکار کتنے اور کہاں ہیں

پوری دنیا میں بدھ مت کے پیروکار اڑھائی یا تین کروڑ ہیں اور اگر اس کے تمام فرقوں کو ملا کر ان کی مجموعی تعداد شمار کی جائے تو وہ پچاس کروڑ بنتی ہے، سرکاری طور پر یہ مذہب تبت میں رائج ہے،اس کے علاوہ چین، جاپان، کوریا، سنگاپور،اور سری لنکا وغیرہ میں بھی ان کی بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔

زرتشت کا نظریہ خیر وشر

تعارف: زرتشت یا زردشت یونان کے مشہور حکیم فیثاغورث کے شاگرد کا نام جو شاہ ایران کی نسل سے تھا۔زرادشت نے ساتویں صدی قبل مسیح میں "شاہ ایران کے عہد میں نبوت کا دعٰوی کر کے آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔آتش پرست اسے پیغمبر مانتے اور اس کی کتاب" "ژند" کو آسمانی یا الہامی کتاب خیال کرتے ہیں۔

زرتشتی عقائد

میکس ملر(Max Miller)نے زرتشت کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ وہ اس عہد میں پیدا ہوا جب ہندوستانی آریہ ایرانی آریاؤں سے الگ نہیں ہوئے تھے اور یہ دونوں مظاہر فطرت کی پرستش کرتے تھے۔زرتشت نے ہندوایرانی قوم کو مظاہر فطرت کی پرستش سے نکال کر وحدانیت کی تعلیم دی اور یہی وجہ ہے کہ ہندو آریہ اس کے مخالف ہو گئے اور اس مخالفت کے باعث اسے مغربی ایران میں ہجرت کرنی پڑی۔

زرداشت کی الہامی کتاب میں دیو کو شیطان کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور زرداشتی مذہب قبول کرنے والے کو پہلے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ آئندہ دیو کی پرستش سے توبہ کرتا ہے۔[14]

ایک ایسے زمانے میں جب کہ ساری انسانیت خیالی ہستیوں کی عبادت میں مبتلا تھی زرتشت نے انسان کو معبود حقیقی کی طرف بلایا اور تمام چھوٹے بڑے دیوتاؤں کو مسترد کر دیا تاہم بعد میں ان دیوتاؤں کو دوبارہ زرتشت کے مذہب میں جگہ مل گئی۔ زرتشت کا ماحول وحدانیت کے جراثیم سے بالکل خالی نہ تھا۔ لیکن یہ پہلا مصلح تھا جس نے وحدانیت کو سحر اور نجوم سے پاک کر کے بالکل خالص اور بے آمیز شکل میں پیش کیا۔۔

دوسرے ہم عصر دینیاتی نظامات اور زرتشت کے مذہب میں فرق یہ تھا کہ سابقہ مذاہب میں شر کی توجیہ کے لئے شیطانوں کی ایک کثیر تعداد کا وجود تسلیم کیا جاتا تھا۔زرتشت پہلا مذہبی مصلح تھا جس کی تعلیم یہ تھی کہ ابتداء شر کی طاقت صرف ایک تھی۔

بعد کی اوستا(Avesta) میں انگرامینو ایک مستقل شخصیت اختیار کرلیتا ہے۔ اور شیطان کا مترادف قرار پاتا ہے۔ لیکن ابتدائی اوستا یعنی گاتھا (Gatha) میں اس کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ وہ اب ابتدائی دو روحوں میں سے ہے جنہوں نے زندگی اور اس کی ضد یعنی عدم کو خلق کیا۔اس کے معنی یہ ہیں کہ زرتشت ایک قسم کی دینیاتی ثنویت کا قائل تھا۔

شر کا مسئلہ حل کرنے میں زرتشت نے اس مفروضے میں پیچیدگی محسوس کی کہ عالم میں کثیر التعداد ماتحت قوتیں ہیں جو انسانی سکون وطمانیت کی دشمن ہیں۔ وہ بعض جدید فلسفیوں کی طرح اس پر پہنچا کہ خود خدا کے لئے ناممکن تھا کہ وہ انسانی مصائب اور پریشانیں کا کامل دفعیہ کر سکے اور دنیا میں شر، خباثت اور پریشانی کے بغیر کوئی نیکی، بھلائی اور خوشی ممکن نہیں۔ بہر حال گاتھا میں خدا تمام نیکیوں اور نیک ہستیوں کا خالق ہے۔

دنیا کے تقریباً سبھی مذاہب میں کائنات میں شر کے وجود اس کی موجودگی میں انسانی رویہ اور اس کے دائمی حل کے سلسلے میں تعلیمات ملتی ہیں۔ لیکن یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا کہ زرتشت دنیا کے ان مذاہب میں سے ہے جنہوں نے اس مسئلہ کو خصوصی اہمیت دی ہے۔اور زندگی کے اس پہلو کو اپنے توبہ کا مستحق سمجھتے ہوئے پوری توجہ دی ہے۔ مختلف صورتوں میں خیر وشر کا موضوع ان کی زندگیوں میں جھانکتا رہتا ہے۔

زرتشت کے بعد ان کے پیروؤں نے اس سلسلہ میں اتنا انہاک ظاہر کیا کہ بالآخر وہ کائنات میں دو مستقل طاقتوں کا خیر اور شر کے الگ الگ سربراہوں کی حیثیت سے ماننے لگے اور ثنویت یا دو خداؤں پر عقیدہ رکھنے والے قرار پائے۔[15]

---

[14] مظہر الدین صدیقی . اسلام اور مذاہب عالم . لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2013، ص 39-38۔
Maẓhar al-Dīn Ṣiddīqī, *Islām aur Mazāhib-e-ʿĀlam* (Maktabah Jadīd Press, Lāhaur, 2013), pp. 38-39.

[15] آر۔سی۔زینہر . دی ڈان اینڈ ٹوائی لائٹ آف زوراسٹرینزم . لندن: 1961، ص 27-26۔
R.C. Zaehner, *The Dawn and Twilight of Zoroastrianism* (London, 1961), pp. 26-27

اس موقع پر یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ عوام کے ذہنوں میں چونکہ زرتشت اور مجوس ایک ہی مذہب کے دو مترادف نام ہیں اس لئے وہ ان میں تقابل کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے حالانکہ حقیقت کچھ اور ہے بنابریں ہم اس بات کی توضیح کرنا چاہتے ہیں کہ زرتشتی اور مجوسیت کبھی جمع نہیں ہو سکتے، اس کیلئے ذیل کی سطریں ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔عقیدہ توحید: زرتشت کی بنیادی تعلیمات توحید کے عنصر سے خالی نہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ خیر اور شر کا موجب الگ الگ ہستیوں کو قرار دیتا ہے دوسری طرف مجوس کے یہاں "توحید" کا کوئی موجود ہی نہیں، بنیادی طور پر وہ دو خداؤں کے قائل لیکن درحقیقت وہ بے شمار دیوویوں اور دیوتاؤں کے پجاری ہیں جبکہ اسلام میں عقیدہ توحید کو جو اساسی اہمیت حاصل ہے وہ کسی اور عقیدہ کو نہیں حتیٰ کہ اسلام میں خیر اور شر دونوں کا خالق ایک اللہ ہی کو قرار دیا گیا ہے اور شرک کو انتہائی نفرت آمیز فعل قرار دیکر اس کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

۲۔عقیدہ رسالت : زرتشت کے نزدیک رسولوں سے متعلق حقائق موجود ہیں اور اس نے ان کی ضرورت و ذمہ داری سے بھی بحث کی ہے، دوسری طرف مجوس، زرتشت کے آنے سے پہلے تو رسولوں کے بالکل ہی قائل نہ تھے اور زرتشت کے آنے کے بعد اسے خدا کا اوتار ماننے لگے جبکہ اسلام میں عقیدہ رسالت ہر مسلمان کے ایمان کا ایک لازمی اور غیر منفک حصہ ہے۔

۳۔عقیدہ بعث بعد الموت: زرتشت بعث بعد الموت کا قائل اور جنت و دوزخ کا معترف تھا، دوسرے طرف مجوس، ہندوؤں کی طرح تناسخ اور آواگون کے قائل تھے جب کہ اسلام میں بعث بعد الموت اور جنت کا وجود اور اس کا اقرار ایمانیات کا ایسا لازمی حصہ ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے۔

خیر وشر کی دو الگ طاقتوں کا وجود

ان کی باہمی کشمکش کا تصور زرتشت کی ذاتی بصیرت کی دین تھی یا اس میں ان کے ماحول اور قدیم ایرانی مذہبی تصورات کا بھی کچھ حصہ تھا۔اس کا فیصلہ سر دست موجودہ تاریخی ماخذوں کی روشنی میں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قدیم ایرانی مذہب کی جڑواں روایت ویدمذہب کے تصورات کو دیکھتے ہوئے جہاں کائنات میں خیر وشر کی طاقتوں کی تقسیم ابتداء ہی سے موجود ہے۔ زرتشت کو خیر اور شر کے سلسلے میں بنیادی تصورات مل سکتے تھے۔ دوسری طرف گاتھاؤں میں زراعت پیشہ اور پرامن کسانوں کے درمیان موت وزیست کی کشمکش کو جس پر زور طریقے سے خیر اور شر کی دوئی کے ایک بڑے مظہر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

مثلاً ایک جگہ وہ کہتے ہیں :-

> ''اے خدا! میرا تجھ سے یہ سوال ہے کہ اس کی کیا سزا ہو گی جو شیطان کے پرستاروں کی حکومت چاہتا ہو؟ ان لوگوں کی حکومت جو برے برے کام کرتے ہیں اور پر امن کسانوں کے جانوروں اور آدمیوں پر طاقت آزمائی کر کے ہی اپنی روزی حاصل کرتے ہوں۔''

اگر قدیم ایرانی تصورات اور ان کے اپنے دور کے سماجی اور معاشی حالات کا کوئی اثر زرادشت کی تعلیمات پر تسلیم کر لیا جائے تو جس شدت سے زرادشت نے خیر و شر کی وضاحت کو پیش کیا ہے اسے ان کے اپنے روحانی تجربہ اور ذاتی بصیرت دین ہی کہا جاسکتا ہے۔[16]

زرتشت کی تعلیمات میں اگرچہ معبود حقیقی خیر و شر کی کشمکش سے بالاتر ہے لیکن پھر بھی معبود حقیقی چونکہ خیر کو پسند اور شر کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اس کشمکش کے آخری دور میں (قیامت کے نزدیک) شر پر خیر کی فتح ہو گی اس لیے معبود خیر کا طرفدار ہے لیکن باوجود خیر کو پسند کرنے اور شر کو ناپسند کرنے کے معبود حقیقی اس میں دخل اندازی نہیں کرتا بلکہ طرفین کو ایک وقت مقررہ یعنی قیامت تک کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ کہ دونوں آپس میں نبرد آزمائی کر کے اپنے اپنے جوہر دکھائیں۔ اس طرح خیر کی جماعت کی سربراہی معبود حقیقی نہیں بلکہ اس کے کارکن روح القدس (اسپنٹا مینیو) کے سپرد ہے جس کو گاتھاؤں میں اہورامزدکا یعنی (معبود حقیقی) کا فرزند کہا گیا ہے۔

شر کی جماعت کی سربراہی ابلیس اعظم انگرامینیو کے پاس ہے۔ البتہ دونوں کا خالق ایک ہی ہے مگر انگرامینیو (ابلیس) اعظم نے ابتدا سے ہی اپنے لیے شر کا راستہ پسند کیا۔ گویا ابتدائے آفرینش سے ہی دونوں کے راستوں کا اختلاف اور ان کی دشمنی واضح ہو گئی تھی۔

ان دونوں جماعتوں یعنی خیر و شر کے ان دونوں سربراہوں کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے اور اس جنگ کا خاتمہ صرف کسی ایک جماعت کے نیست و نابود ہو جانے پر ہی ہو سکتا ہے۔ روح القدس کی قیادت میں خیر کی جماعت کی یہ پوری کوشش ہے کہ شر کی جماعت کو نیست و نابود کیا جائے۔ اور اسی طرح شر کی جماعت ہر لمحہ خیر کی جماعت کو مٹانے کی کوشش میں ہے۔ یہ دونوں طاقتیں تا قیامت اسی طرح برسرپیکار رہیں گی تاہم زرتشتی عقیدے کے مطابق ایک مسیحا آئے گا جو خیر کی معاونت کرے گا اور شر کی جماعت پر غلبہ حاصل کرے گا۔

زرتشت مذہب کے یہ تصورات ہمارے سامنے آئے ہیں کہ انسان یا دوسری مخلوقات اپنے مرضی سے خیر یا شر کو پسند کرنے میں مکمل آزاد ہیں۔ البتہ معبود حقیقی کے مقرر کردہ نظام کے تحت ہر ایک کو مرنے کے بعد زندگی میں اس کے اچھے یا برے عمل کا بدلہ ضرور ملے گا۔ زرتشت کے

---

[16] عماد الحسن آزاد فاروقی۔ دنیا کے بڑے مذاہب۔ لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2013، ص 168۔
ʿImād al-Ḥasan Fārūqī, *Dunyā ke Baṛe Mazāhib*, (Maktabah Jadīd Press, Lāhaur, 2013), p. 168.

تصورات ہیں کہ دنیادارالعمل ہے جہاں خیر وشر کی کش مکش ہر سطح پر جاری وساری ہے۔انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ خیر کو پسند کرے اور شر کو ناپسند اور انسان معبود حقیقی کی پرستش کے ساتھ ساتھ زرتشت انسان کو خیر کا حمایتی بن کر شر کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے کی دعوت دیتے ہیں۔۔۔

زرتشت کا عقیدہ آخرت

زرتشت کے نزدیک اچھے انسان موت کے بعد ایسی زندگی میں داخل ہوں گے جس میں نیک اعمال کا بدلہ ملے گا اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے ہیں انہیں جسمانی سزا ملے گی۔

عیسائیت/نصرانیت کا نظریہ خیر وشر:

تعارف نصرانیت اصل میں نصرانہ کی طرف نسبت ہے اور یہ علاقہ گلیل میں مسیح علیہ السلام کی بستی ہے اس کا نام ناصریہ اور رنصوریہ بھی ہے نصرانیہ اور نصرانہ نصاری کا واحد ہے۔ رہی اصطلاح میں تو نصرانیت نصاری کا دین ہے اور وہ انجیل سے منسوب ہے۔ یہ لفظ دوسری صدی عیسوی کے آغاز میں ملتا ہے۔ جب "یلیین" جو ایشیا کا حکمران تھا۔اس نے 106ء میں موجود بادشاہ "تراجان" کی طرف خط لکھا۔

مسیحیت کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس دور میں ان پر اس کا اطلاق صحیح نہیں کیونکہ یہ لوگ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہیں کرتے۔ عیسائی تصور کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا سانحہ اگرچہ ان کی حیات بعد الموت اور آسمان پر اٹھائے جانے کے عقیدوں کے بعد سے اپنے تلخی کسی حد تک کھو چکا تھا، مگر یہ تصورات پولس کے نقطہ نظر سے اس عظیم واقعہ کے ساتھ پورا انصاف کرنے سے قاصر تھے چنانچہ اپنے خطوط میں انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کی حقیقت بعض نئے تصورات کے ساتھ واضح کی ہے جو آگے چل کر عیسائی عقیدہ کے اساطین بن گئے۔ اپنی منطقی اور مجتہدانہ بصیرت سے کام لیتے ہوئے پولس یہ تصور قائم کیا کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی خدا کی نافرمانی کے سبب سے اس کی تمام اولاد یعنی نبی نوع انسان خدا سے دور ہو گئی اور ابدی طور پر گناہ اور شیطان کے قبضہ قدرت میں آ گئی۔ مغربی ایشیا کے قدیم اور معروف نقطہ نظر کے مطابق جہاں کسی غلام یا قیدی کو آزاد کرانے کے لیے مالک کو ایک معینہ قیمت ادا کرنی پڑتی تھی اور اسی صورت میں اس کی آزادی مستند و مسلم قرار دی جا سکتی تھی۔[17]

[17] عبدالقادر شیبتہ الحمدؒ .اقوام عالم کے ادیان ومذاہب .مترجم:ابوعبداللہ محمد شعیبؒ. گوجرا: مسلم پبلی کیشنز، 2007،ص 51۔ غلام احمد پرویز .لغات القرآن .لاہور:ص 629۔ راغب اصفہانی .مفردات القرآن .مترجم: محمد عبدہ.لاہور: اہل حدیث اکادمی، 1971ء۔

ʿ**Abd al-Qādir Shaybat al-Khamd**, *Aqwām-e-ʿĀlam ke Adyān wa Mazāhib*, trans. Abū ʿAbd Allāh Muḥammad Shuʿayb (Muslim Publishers, Gojrah, 2007), p. 51. **Ghulām Aḥmad Parwez**, *Lughāt al-Qurʾān*, p. 629. **Rāghib Iṣfahānī**, *Mufradāt al-Qurʾān* (Urdu translation) Muḥammad ʿAbduh, Ahl Ḥadīth Academy, Lāhaur, 1971.

انسان کو شیطان کے پنجے سے رہائی دلانے کے لیے اس عظیم آزادی کے مساوی ہی کوئی عظیم اور بے مثال قیمت ہو سکتی تھی۔ پولس نے یہ تصور دیا کہ خدا تعالیٰ نے اس لا محدود شفقت کے پیش نظر جو اس کو بندوں سے ہوا اپنے نور کو بطور اپنے بیٹے کے حضرت عیسیٰ کو انسانی شکل میں بھیجا تاکہ انتہائی دکھ اٹھا کر صلیب پر چڑھے اور اس طرح اپنے خون سے وہ قیمت ادا کرے جس کے سبب نبی نوع انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شیطان اور گناہ سے نجات پاسکے۔[18]

اس طرح عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا کوئی شخصی عمل نہ تھا بلکہ اس کا تعلق آفاقی حقائق سے تھا جس میں کائنات کا مقصد اور بنی نوع انسان کا مقدر جیسے معاملات داؤں پر لگے ہوئے تھے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نجات کا مستحق وہی ہو سکتا ہے۔ جو حسب دستور حضرت عیسیٰؑ کے مسیح اور ابن اللہ ہونے پر ایمان لائے اور ان کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرے۔

بعض جگہ پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کے ساتھ (عظمت و کبریائی میں شریک کرتے ہیں اور بعض جگہوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلی مخلوق بتاتے ہیں۔

عیسائیوں کے مختلف فرقے

آسمانی مذاہب میں عیسائیت کو جو اہمیت حاصل ہے اس میں کسی کو کلام نہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ فرقوں کی جتنی کثرت کا حامل یہ مذہب ہے کوئی اور نہیں مثلاً نسطوریہ، یعقوبیہ اور ملکانیہ وغیرہ، جس کی سب سے اہم وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت کے بارے میں اختلاف ہے۔

چنانچہ کوئی انہیں "خدا" کہتا ہے تو کوئی "خدا کا بیٹا" قرار دینے پر مصر نظر آتا ہے کسی کی تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ خدا کی روح ان میں حلول کر گئی تھی اور کسی نے عقیدہ مصلوبیت کو اپنے ایمان کا جزو بنایا تاہم ان میں دو فرقوں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور عیسائیوں کی اکثریت انہی کے ساتھ وابستہ ہے۔

۱۔ پروٹسٹنٹ فرقہ　　　　۲۔ کیتھولک فرقہ

---

[18] ڈاکٹر ذاکر نائیک . مذاہب عالم میں تصور خدا اور اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے 20 سوالات . مترجم: سید امتیاز احمد. لاہور: دار النوادر اردو بازار، 2006، ص 87۔

Dr. Zakir Naik, *Mazāhib-e-ʿĀlam men Taṣawwur-e-Khudā aur Islām ke Bāre men Ghair Muslimon ke 20 Sawālāt*, trans. Sayyid Imtiyāz Aḥmad, (Dār al-Nawādir, Urdu Bāzār, Lāhaur, 2006), p. 87.

اس وقت عیسائیت کا صحیح تصور اور اس کی صحیح تعلیمات اور مذہبی کتابیں ہمارے سامنے موجود نہیں جن میں "وحی الٰہی" کی روشنی بھی شامل ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات کے ضمن میں اس کی عملی تشریح کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہو اس لئے یہاں موجودہ عیسائیت اور اسلام کا تقابل پیش کیا جارہا ہے۔

تثلیث عیسائیوں کا مشہور فلسفہ "تین ایک میں، ایک تین میں، جسے وہ خود بھی آج تک حل نہیں کر سکتے تاہم یہ ان کے عقائد کا آئینہ دار ہے کہ وہ خدا کو تین اقانیم سے مرکب قرار دیتے ہیں، باپ، بیٹا اور روح القدس، جبکہ اسلام توحید خالص کا علم بردار اور داعی ہے اور کفر و شرک اور تثلیث کا ماحی ہے۔

شریعت عیسائیت نے شریعت کا ایک لعنت قرار دیا ہے ورنہ ہمیشہ ہر نبی کی شریعت یکساں ہوتی اور تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان شریعت پر عمل نہیں کر سکتا جبکہ اسلام شریعت کو لعنت قرار دینے کی بجائے "ذریعہ ہدایت "قرار دیتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو ی باور کراتا ہے کہ اس کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی یا انسانی طاقت سے باہر نہیں۔

ذریعہ نجات عیسائیت میں عقیدہ کفارہ پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں کیونکہ انسان پیدائشی اور فطری طور پر گناہ گار واقع ہوا ہے اور اس کے والدین آدم و حوا نے جو شجرہ ممنوعہ کا پھل کھانے کا گناہ کیا تھا اس نے پوری انسانیت کو گناہگار کر دیا، اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے انسان یا تو جرمانہ ادا کرے یا پھر ان کی سزا بھگتے۔ خدا بھلا کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنہوں نے اپنے آپ کو سولی پر چڑھا کر اس کے پیدائشی وغیرہ تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا اس لئے اس عقیدے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جبکہ اسلام اللہ تعالیٰ کے فضل کرم کے بعد انسان کے اعمال صالحہ کو ذریعہ نجات قرار دیتا ہے اور اس خیال کی کھلم کھلا تردید کرتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا کفارہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ادا کرے۔

صلب عیسیٰ علیہ السلام عیسائیت اب تک ''صلب عیسیٰ'' کے جال میں جکڑی ہوئی ہے اور انہیں سولی دیئے جانے پر مصر ہے جبکہ اسلام ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا اور نہ ہی انہیں سولی پر چڑھایا جاسکا بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا اور یہ پکی بات ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں اپنے مزعومہ مقاصد کے تحت کامیابی حاصل نہیں کی۔

حیات ثانیہ: عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے جانے کے تیسرے ہی دن دوبارہ زندہ ہو گئے تھے جبکہ اسلام نے ان کے انتقال ہی کو تسلیم نہیں کیا، حیات ثانیہ چہ معنی دارد؟

یہ اور قسم کی بہت سی چیزیں عیسائیت اور اسلام میں حد فاصل کا کام دیتی ہیں، اسلام کو تفوق اور عیسائیت کو تردد و نزول سے دوچار کرتی ہیں، مجھے اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اسلام ایک دین فطرت اور ترجمان جبلت ہے، اس سے زیادہ انسانی نفسیات کو سمجھنے کا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو زیب دیتا ہے۔

اسلام کا تصور خیر و شر

اسلام کسی ایسے دین کا نام نہیں جسے پہلی مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہو اور اس بنا پر آپ صہ کو بانی اسلام کہنا صحیح ہو۔ قرآن مجید اس امر کی پوری صراحت کرتا ہے کہ خدا کی طرف سے نوع انسانی کے لیے ہمیشہ ایک ہی دین بھیجا گیا ہے اور وہ اسلام یعنی خدا کے آگے سر اطاعت جھکا دینا۔ دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف قوموں میں جو انبیاء علیہم اسلام بھی خدا کے بھیجے ہوئے آئے تھے وہ کسی الگ دین کے بانی نہیں تھے بلکہ ہر آنے والا نبی اسی دین کو پیش کرتا رہا جو اس سے پہلے انبیاء پیش کرتے چلے آرہے تھے۔

کسی بھی شخص کو مسلمان ہونے کے لیے عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ رسالت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص عملا مسلم نہیں ہو سکتا۔[19]

مذہب اسلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ اور تمام حکماء کی حکمتوں کا عطر ہے۔ اسلام نے کوئی حکمت نہیں چھوڑی کہ جس کی تعلیم نہ دی ہو۔ کوئی خیر ایسی نہیں چھوڑی جس کا حکم نہ دیا ہو، کوئی شر ایسا نہیں چھوڑا جس سے منع نہ کیا ہو۔

سید جلال الدین عمری خیر و شر کے اسلامی تصور پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ”خیر سے مراد خدا کا وہ دین ہے جو محمد ﷺ کے ذریعہ امت مسلمہ کو ملا ہے۔ خدا نے جو نظام زندگی عطا کیا ہے۔ جو عقائد و نظریات دیئے ہیں جو قوانین سیاست بتائے ہیں جو ضابطہ اخلاق دیا ہے اور جن اصول عبادت کی تعلیم دی ہے وہی خیر ہے۔ اور دنیا کو اس خیر کی طرف بلانا امت مسلمہ کا فرض ہے۔ اس کے لیے خیر و شر کا پیمانہ خدا کا دین ہے۔ جو کچھ خدا کے دین سے باہر ہے وہ شر ہے۔“[20]

---

[19] سید ابوالاعلی مودودی . اسلام کیا ہے .لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ص16-17۔ **Sīd Abū al-Aʿlā Mawdūdī**, *Islām kyā hai*, (Islamic Publishers), pp. 16-17

[20] سید جلال الدین عمری . معروف و منکر .لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1971، ص21۔
Sayyid Jalāl al-Dīn ʿUmrī, *Maʿrūf wa Munkar*, (Islamic Publications Limited, Lāhaur, first edition, 1971), p. 21.

ایک مسلمان کے لیے خیر وشر کا معیار خدا کا دین ہے۔ چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے ہر وہ عمل جو قانون فطرت کے مطابق ہو وہ خیر کا عمل ہے۔ اور ہر خلاف فطرت کام شر کے مترادف ہے۔

عقل وحکمت اور فلسفہ ومنطق کے معیار خیر وشر ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتے کیونکہ ان علوم کی حقانیت متنازعہ ہے۔ جب کہ قرآن وسنت کے احکامات میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ انسان بنیادی طور پر ضعیف العقل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عَسٰی اَنْ تَكْرَہُوْا شَيْئًا وَّ ہُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ ہُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۔[21]

"اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔"

غلام احمد خیر وشر کے اسلامی تصور کے بارے میں لکھتا ہے

"ہر وہ عمل جس کا نتیجہ حال اور مستقبل کی خوشگواریاں ہو خیر ہے اور جسکا نتیجہ اس کے برعکس ہو وہ شر ہے۔ خوشگواریوں میں انسانی ذات کی نشو نما سب سے مقدم ہے۔"[22]

نظریہ خیر وشر کا قرآنی تصور

خیر وشر کا سلسلہ اس وقت سے موضوع بحث فلسفہ چلا آرہا ہے جس وقت سے انسانی ذہن نے سوچنا شروع کیا ہے۔ لیکن اس کا اطمینان بخش حل ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا۔

قرآن کریم فلسفیانہ بحث میں نہیں الجھتا۔ وہ کہتا ہے کہ اشیاء کائنات ہوں یا انسان کی اپنی صلاحیتیں ان میں کوئی شے بھی فی ذاتہ نہ خیر ہوتی ہے نہ شر۔ ان کا استعمال انہیں خیر بنا دیتا ہے یا شر۔ اگر وہ نوع انسان کی بہبود کے لیے استعمال ہوتی ہیں تو وہ خیر ہیں۔

اگر ان اشیاء موجودات کو ہم میں سے کوئی بھی فرد خیر کے لیے استعمال کرتا ہے تو اس فرد کی ذات میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہی قوت جو کہ ایک فرد خیر کے حصول کے لیے استعمال کر رہا ہے اسے اگر انسانیت کی تخریب کے لیے استعمال کرے تو وہ شر بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر قوت بے عمل ہو کر ضائع ہو جاتی ہے تو اسے بھی شر کہا جائے گا۔

---

[21] القرآن ۔البقرہ: 216۔ — **Sūrah al-Baqarah**, āyah 216.

[22] غلام احمد پرویز ۔لغات القرآن ۔لاہور: ص629۔ — **Ghulām Aḥmad Parwez**, *Lughāt al-Qur'ān*, p. 629.

خدا خیر کا سرچشمہ ہے اور انسانوں کے لیے اس کی تعلیم یہ ہے کہ تم خدا کی پیدا کردہ قوتوں اور صلاحیتوں کو اس طرح استعمال نہ کرو کہ اس کا نتیجہ شر ہو۔ انسان کی ارتقائی حالت کی نشو نما کا مفہوم قرآن کے تصور "رب" کی شکل میں بھی سامنے آتا ہے۔

رب کا قرآنی تصور

رب کے لغوی معنٰی نشو نما دینا ہے۔ یعنی کسی چیز کو نئی نئی تبدیلیوں سے گزارنا کہ وہ بتدریج نشو نما پاتی ہوئی اپنی اپنی تکمیل تک پہنچ جائے۔[23]

قرآن کریم میں خدا کے لیے رب کا لفظ آتا ہے جو اللہ کے بعد جو اس کا ذاتی اسم ہے سب سے زیادہ اس کا استعمال ہوا ہے۔ اس لیے کہ خدا کی صفت ربوبیت، بنیادی ہے۔ ارض و سماء میں موجود خواہ ظاہر میں ہو یا باطن میں ہر شے کا بتدریج ارتقاء خدا کی صفت "رب" سے قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ."[24]

"سب ستائش اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے سارے جہاں کا"

"قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ"[25]

"تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم خود ہی فرماؤ اللہ"

"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ."[26]

"تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں (تمام) کے رب کی"

"قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ"[27]

"موسیٰ نے فرمایا پروردگار مشرق اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے۔"

ڈاکٹر رفیع الدین کا کہنا ہے کہ:

خداوند ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک انسان یا ایک درخت کو فوراً مکمل حالت میں نیست و ہست کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنے سے اس کی ربوبیت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ وہ ہر چیز کو خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان یکایک مکمل صورت نہیں دیتا بلکہ بتدریج مکمل کرتا ہے۔

---

[23] راغب اصفہانی۔ مفردات القرآن۔ مترجم: محمد عبدہ۔ لاہور: اہل حدیث اکادمی، 1971ء۔
Rāghib Iṣfahānī, *Mufradāt al-Qur'ān* (Urdu translation) Muḥammad ʿAbduh, Ahl Ḥadīth Academy, Lāhaur, 1971.

[24] القرآن۔ الفاتحہ: 1۔ **Sūrah al-Fātiḥah**, āyah 1.

[25] القرآن۔ الرعد: 16۔ **Sūrah al-Raʿd**, āyah 16.

[26] القرآن۔ الناس: 1۔ **Sūrah al-Nās**, āyah 1.

[27] القرآن۔ الشعراء: 28۔ **Sūrah al-Shuʿarā'**, āyah 28.

اس لیے وہ رب کہلاتا ہے۔ خدا کی کوئی ایسی صفت نہیں جو ارتقا کے مقاصد سے الگ ظہور پائے۔[28]

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی وہدایت کے لیے وحی نازل کی یہ رہنمائی وہدایت دنیا میں موجود تمام افراد کے لیے یکساں تھی مگر اس وحی سے روشنی وفائدہ انہی افراد نے اٹھایا جنہوں نے عقل وبصیرت سے کام لیا۔

قرآن بطور خیر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے ذریعے انسانوں کو ہدایت ورہنمائی دی اور اس طرح قرآن پاک انسانوں کے لیے باعث خیر ورحمت ثابت ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ‌ؕ قَالُوْا خَيْرًا‌ؕ."[29]

"اور کہا تقویٰ شعار لوگوں نے کیا اتارا تمہارے رب نے بولے خیر"

اور دوسری جگہ زیادہ وضاحت سے فرمادیا کہ:

"كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَۙ"[30]

"یہ کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں قرآن عربی میں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں"

بنیادی طور پر قرآن وحی کے لیے خیر کی جامع اصطلاح متعارف کراتا ہے اور اس سے زندگی کی تمام خوشگواریاں اور اختیارات واقتدارات کی وسعتیں حاصل ہوتی ہیں۔ نہ صرف اس دنیا میں ہر قسم کی خوشگواریاں بلکہ مستقبل میں بھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ‌ؕ."[31]

"اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے اللہ کے ہاں (دنیا اور آخرت میں) خیر کی صورت میں"

لہٰذا ہر وہ عمل جس کا نتیجہ حال اور مستقبل کی خوشگواریاں ہوں خیر ہے اور جس کا نتیجہ اس کے برعکس ہو وہ شر ہے۔

---

[28] محمد رفیع الدین ڈاکٹر. قرآن اور علم جدید. لاہور: ایجوکیشن کانفرنس، 1959ء۔
Dr. Muḥammad Rafīʿ al-Dīn, *Qurʾān aur ʿIlm Jadīd*, (Education Conference, Lāhaur, 1959).

[29] القرآن. النحل: 35۔
Sūrah al-Naḥl, āyah 35.

[30] القرآن. حٰم السجدہ: 2۔
Sūrah Ḥā Mīm Sajdah, āyah 2.

[31] القرآن. البقرہ: 103۔
Sūrah al-Baqarah, āyah 103.

خوشگواریاں انسان کی ذات کی نشوونما کے لیے بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں، بلکہ یوں کہیے کہ خوشگوار کہتے ہی اُسے ہیں جس سے انسانی ذات کی نشوونما ہو۔ جس سے اس کی نشوونمارک جائے وہ شر ہے۔ لہٰذا انسانی ذات کی نشوونما میں اقدار قرآنی پر عمل کرکے اور ان کے برعکس اقدار سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے طریق کو قرآن نے تقویٰ کی اصطلاح سے روشناس کرایا ہے۔

قرآن پاک میں خیر کی مختلف صورتیں

"وَ اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا." [32]

"اوزان اور پیمانے ٹھیک رکھو۔ یہ بہترین پہنچ اور خیر ہے"

"وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ" [33]

"جو کچھ مال و دولت خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے ہی فائدے کے لیے ہے۔"

"وَ افۡعَلُوا الۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ"[34]

"خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو"

"وَ مَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ؕ"[35]

"اور جس کو حکمت ملی اس کو خیر کثیر حاصل ہوا" حکمت خیر کثیر ہے"

"وَ اللّٰهُ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى"[36]

"خدا خیر اور ابقی ہے"

قرآن پاک میں انسان کو بطور فرد رحمت خداوندی کا مالک بنا کر اسے جمع کر لینے کی ہدایت نہیں کی بلکہ اسے امین کا درجہ دیتے ہوئے اسے اپنا ہاتھ کھلا رکھنے کی ہدایت کی ہے اس کا مقصد نوع انسان کی بہبود ہے نہ کہ انسان کے جبلی تقاضوں پر مبنی خواہشات کی اتباع۔ قرآن پاک میں دین کی تصدیق اس انداز میں کی ہے۔

"الَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِہِمۡ دَآئِمُوۡنَ.وَ الَّذِيۡنَ فِىۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ. لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ. وَ الَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ."[37]

"وہ لوگ جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور یہ لوگ جانتے ہیں کہ ان کے مال و دولت میں ان لوگوں کا حق ہے۔ جن کی ضروریات ان کی محنت کے ماحصل سے پوری نہیں ہوتیں یا وہ بالکل معذور ہو جاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں۔"

---

[32] القرآن ۔بنی اسرائیل:35۔ **Sūrah Banī Isrā'īl**, āyah 35.

[33] القرآن ۔البقرہ:272۔ **Sūrah al-Baqarah**, āyah 272.

[34] القرآن ۔الحج:77۔ **Sūrah al-Ḥajj**, āyah 77.

[35] القرآن ۔البقرہ:269۔ **Sūrah al-Baqarah**, āyah 269.

[36] القرآن ۔طٰہٰ:73۔ **Sūrah Ṭā Hā**, āyah 73.

[37] القرآن ۔المعارج:22-26۔ **Sūrah al-Maʿārij**, āyah 22-26.

ان آیات میں ''حق معلوم'' کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں یعنی سائل و محروم نہ تو ان سے خیرات مانگتے ہیں اور نہ یہ انہیں بطور خیرات کچھ دیتے ہیں یہ دونوں جانتے ہیں کہ ان کے مال میں ہر ضرورت مند کا حق ہے وہ اسے بطور استحقاق طلب کر سکتے ہیں۔ یہ انفرادی زکوٰت اور خیرات کا نظام نہیں بلکہ یہ فریضہ تمام انسانیت پر ہے اور ادب کا مقصد انسانوں کی بھلائی و خیر خواہی ہے۔

منافقین کی کیفیت اس طرح بتائی گئی ہے کہ:

"وَ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ."[38]

''اور وہ نماز کی طرف آتے ہیں تو کسالی کی کیفیت لیے ہوئے اور اگر دین کی خاطر کچھ دیتے ہیں تو بیکار سمجھتے ہیں۔''

یہاں کسالی کا لغوی ترجمہ ہے کسی ایسے کام میں واماندگی اور گرانباری کا اظہار کرنا جس میں گرانباری اور تھکان کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔[39]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ منافقین نماز کی طرف آتے ہیں تو اسے بوجھ سمجھ کر گردن اتارنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کہ اس بوجھ کی وجہ سے وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ یہ نقشہ جسے ہم یہ کہہ کر اپنے آپ کو فریب دے لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین کی حالت کا بیان ہے در حقیقت ہماری اپنی حالت بھی ان سے کچھ مختلف نہیں کیونکہ جب ہم نماز کی طرف آتے ہیں تو منافقین کی گرانباری کی کیفیت لیے ہوئے ہوتے ہیں۔

قرآن پاک کی رو سے ہمیں انفاق کی بدولت نہ صرف دنیاوی خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں بلکہ آخرت میں بھی حسنات حاصل ہوتی ہیں۔ دین اسلام ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ ہم صرف اپنی ذات کے تحفظ تک اپنے آپ کو محدود نہ رکھیں بلکہ انسانیت کی فلاح و بہبود کی خاطر اللہ کی نعمتوں اور اپنی طاقت کو استعمال کریں۔

محرکِ ینفع الناس میں قرآن سے عقلی دلائل

بے شک قرآن پاک تو اللہ نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل کیا ہے۔ مگر اس سے ہدایت وہی حاصل کر سکتے ہیں جو کہ اس پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اور یہ حرف بہ حرف صحیح ہے مگر غیر مسلم اس بات کو نہیں مانتے وہ صرف عقل کو مانتے اور عقل کو ہی ہدایت کا ذریعہ تصور کرتے ہیں۔

---

[38] القرآن۔ التوبہ: 54۔
Sūrah al-Tawbah, āyah 54.

[39] الزبیدی محمد مرتضیٰ الجبنی۔ تاج العروس من جواہر القاموس۔ کویت: 1967۔
Muḥammad Murtadā al-Zabīdī, *Tāj al-ʿArūs min Jawāhir al-Qāmūs* (Kuwait, 1967).

اگر عقل کی روشنی میں بھی دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان کی کمائی حسب ذیل مجموعی کارفرمائی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

۱۔ دماغی صلاحیت جو ہر شخص کو پیدائشی طور پر ملتی ہے۔

۲۔ ابتدائی ماحول، تعلیم و تربیت کے اثرات

۳۔ صلاحیت اور استعمال کے مواقع اور

۴۔ انسان کی ذاتی محنت کے مواقع

اس کے باوجود انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے اسے اپنی ملکیت بطور حق سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے اسے انسان کی تحویل میں دے دیا ہے تاکہ اس کو ہدایت کے مطابق استعمال میں لائے۔(۱۸)[40]

قرآن پاک نے اسی مکافات عمل کے لیے موت وحیات کو بطور امتحان سامنے لایا ہے۔ جہاں انسان کی دنیاوی زندگی کو خیر کے ساتھ مشروط کیا یعنی دنیا میں خیر کے بدلہ انسان کو قیامت میں خیر ہی ملے گا۔

علماء دین کی نظر میں خیر و شر:

مسئلہ خیر و شر ابلیس کے ساتھ مربوط ہے۔ راندہ درگاہ ہونے سے پہلے عزازیل خدا کا ایک مقرب فرشتہ تھا اور علم و معرفت میں یہ مقام رکھتا تھا کہ اس کو طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا۔ اس نے سجدے سے انکار کر کے خیر و شر کی نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑ دی۔

بقول مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی

ابلیس کا کفر محض عملی نافرمانی کا نتیجہ نہیں کیونکہ کسی فرض کا عملاً ترک کر دینا اصول شریعت میں فسق و گناہ ہے، کفر نہیں۔

ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربانی سے معارضہ اور مقابلہ کرنا ہے کہ آپ نے جس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اس کو سجدہ کروں یہ معارضہ بلاشبہ کفر ہے۔[41]

مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی لکھتے ہیں کہ کشف والہام میں بھی شیطانی تلبیسات ہو سکتی ہیں۔[42]

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

یہ درست ہے کہ شیطان کی چالیں بڑی خطرناک ہیں اور ہم تنہا اس گرگ باراں دیدہ کی فریب کاریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن جو لوگ اللہ کی پناہ میں آجاتے ہیں شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

---

[40] انعام الحق ڈاکٹر۔ نظریہ خیر۔ لاہور: سرسید ریسرچ اکیڈمی، ص 331۔
Dr. Inʿām al-Ḥaq, *Naẓariyyah Khayr*, (Sir Sayyid Research Academy, Lāhaur), p. 331.

[41] مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی۔ معارف القرآن۔ جلد اول۔ کراچی: ادارہ المعارف، 2010، ص 190۔
Mawlānā Muftī Muḥammad Shafīʿ ʿUthmānī, *Maʿārif al-Qurʾān*, vol. 4, (Idārah al-Maʿārif, Karāchī, 2010), p. 190.

[42] مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی۔ معارف القرآن۔ جلد چہارم۔ کراچی: ادارہ المعارف، 2010، ص 258۔
Mawlānā Muftī Muḥammad Shafīʿ ʿUthmānī, *Maʿārif al-Qurʾān*, vol. 4, (Idārah al-Maʿārif, Karāchī, 2010), p. 258.

بقول مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی

مذکورہ وجوہ سے کسی کو یہ خیال نہ ہونا چاہیے کہ شیطان کی طاقت بڑی ہے۔ اس کا مقابلہ مشکل ہے اسی خیال کو رفع کرنے کے لیے اللہ نے فرمایا۔ **ان کیدالشیطن کان ضعیفا** اور سورہ النحل میں جہاں قرآن پڑھنے کے وقت کا استعاذہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

"اے ایمان والوں اور اللہ پر بھروسہ رکھنے والوں پر یعنی اللہ کی پناہ لینے والوں پر شیطان کا کوئی تسلط نہیں ہوتا۔"[43]

پیر محمد کرم شاہ صاحب ہمیں شیطان کے دام فریب سے خبر دار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"شیطان کی پیروی مت کرو۔ اس کے نقش قدم پر مت چلو کیونکہ وہ اپنے ماننے والوں کو نیکی اور ہدایت کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اس کا شیوہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ماننے والوں کو بے حیائی اور بدکاری کی تلقین کرتا اور برے کاموں کو اس حسین انداز میں پیش کرتا ہے کہ ان کے برے نتائج نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔"[44]

معوذتین ہر قسم کی دنیوی اور دینی آفات سے حفاظت کا قلعہ ہیں۔

بقول مولانا اشرف علی تھانوی۔

"حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے وہ ہٹ جاتا ہے اور یہ امر شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الانس میں سب تقریر کبیر اس طرح سے ہے کہ موسوس اپنے ناصح مشفق کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کو زیر کر دیا جائے تو وسوسے سے باز آجاتا ہے اور ہٹ جاتا ہے اور اگر قبول کر لی جائے تو اور مبالغہ کرتا ہے۔"[45]

محی الدین ابن عربی کے روحانی شاگرد عبدالکریم الجیلی بڑی نامور شخصیت کے مالک ہیں۔ الجیلی کا خیال ہے کہ حق تعالی نے ابلیس کو حکم دیا تھا کہ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اس لیے وہ آدم کو سجدہ کے حکم پر مشتبہ ہو گیا۔ اس تلبیس کے نکتے کی وجہ سے اس کا نام ابلیس پڑ گیا۔ ابلیس کا خیال تھا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے الجیلی ابلیس کے اس احساس تفاخر اور کبر و نخوت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ شیطان کا خیال تھا کہ حقیقت ناریہ، حقیقت خاکیہ سے بہتر ہے حقیقت ناریہ علو کو چاہتی ہے اور حقیقت طبیعہ پستی کو۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر موم بتی کو الٹا بھی کر دیا جائے تو بھی شعلے کا رجحان اوپر کی طرف رہتا ہے بخلاف اس کے اگر تو ایک مٹھی بھر خاک اوپر کو پھینکے تو وہ فوراً نیچے کو گرے گی۔[46]

---

[43] مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی ۔معارف القرآن ۔جلد ہشتم۔کراچی: ادارہ المعارف، 2010، ص 855۔
Mawlānā Muftī Muḥammad Shafīʿ ʿUthmānī, *Maʿārif al-Qurʾān*, vol. 8, (Idārah al-Maʿārif, Karāchī, 2010), p. 855.

[44] پیر محمد کرم شاہ ۔ضیاء القرآن ۔جلد ہشتم۔ بھیرہ شریف سرگودھا: ادارہ ضیاء القرآن، ص 303۔
Pīr Muḥammad Karam Shāh, *Ḍiyāʾ al-Qurʾān*, vol. 8, (Idārah Ḍiyāʾ al-Qurʾān, Bherah Sharīf, Sargodha), p. 303.

[45] اشرف علی تھانوی ۔بیان القرآن ۔جلد اول۔لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، 1973ء، ص 162۔
Ashraf ʿAlī Thānvī, *Bayān al-Qurʾān*, vol. 1 (Aḥmadīyah Anjuman Ishāʿat-e-Islām, Lāhaur, 1973), p. 162.

[46] عزیز احمد ۔اقبال نئی تشکیل ۔لاہور: اقبال اکادمی، 1997، ص 190۔
ʿAzīz Aḥmad, *Iqbal Nayi Tashkīl* (Iqbal Academy, Lāhaur, 1997), p. 190.